

جہاد کے مسائل

محمد اقبال کیلانی

حکایت
پبلیکیشنز

جہاد کے مسائل

محمد قباک کیدانی

حکایت پبلیکیشنز

2- شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	نام ابواب	اَسْمَاءُ الْاَبْوَاب	نمبر شمار
7	بسم اللہ الرحمن الرحیم	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	1
76	نیت کے مسائل	النِّيَّةُ	2
79	جہاد سے پہلے ایمان	الْإِيْمَانُ قَبْلَ الْجِهَادِ	3
81	جہاد، قرآن مجید کی روشنی میں	الْجِهَادُ فِيْ ضَوْءِ الْقُرْآنِ	4
92	جہاد کی فرضیت	فَرَضِيَّةُ الْجِهَادِ	5
96	جہاد کے لئے بیعت	بَيْعَةُ الْجِهَادِ	6
97	جہاد کی فضیلت	فَضْلُ الْجِهَادِ	7
107	ہندوستان کے خلاف جہاد کی فضیلت	فَضْلُ الْجِهَادِ فِيْ غَزْوِ الْهِنْدِ	8
108	مجاہدین کی فضیلت	فَضْلُ الْمُجَاهِدِيْنَ	9
113	مجاہدین کی مدد کرنے کی فضیلت	فَضْلُ اِعَاْنَةِ الْمُجَاهِدِيْنَ	10
115	شہید کی فضیلت	فَضْلُ الشَّهِيدِ	11
125	اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت	فَضْلُ الرِّبَاطِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	12
128	جہاد کی اہمیت	اَهْمِيَّةُ الْجِهَادِ	13

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ،

أَمَّا بَعْدُ !

جہاد کا مادہ ”جہد“ ہے جس کا مطلب ہے کسی مقصد کے حصول کے لئے بھرپور کوشش اور دوڑ دھوپ کرنا۔ یہ لفظ جب اسلامی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو ”جہاد فی سبیل اللہ“ کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے اللہ کی راہ میں سعی اور کوشش کرنا، یعنی دین اسلام کے غلبہ، دین اسلام کے تحفظ اور دین اسلام کی دعوت اور اشاعت کے لئے بھرپور سعی اور کوشش کرنا۔ جہاد کی تین اقسام ہیں۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے۔

﴿جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنْتِكُمْ﴾

”یعنی مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔“ (ابوداؤد) مال سے جہاد یہ ہے کہ دین اسلام کے غلبہ، دین اسلام کے تحفظ اور دین اسلام کی دعوت و اشاعت پر اپنا مال خرچ کیا جائے۔ جان سے جہاد یہ ہے کہ زمانہ امن میں اپنے جسم و جان کی تمام صلاحیتیں مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے صرف کر دی جائیں اور زمانہ جنگ میں مذکورہ مقاصد کے حصول کی خاطر میدان جنگ میں دشمنان اسلام سے مقابلہ کیا جائے، انہیں قتل کیا جائے اور اپنی جان کا نذرانہ شہادت کی صورت میں اللہ کے حضور پیش کیا جائے۔ جہاد کی اس صورت کے لئے قرآن مجید میں ”قتال فی سبیل اللہ“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قتال فی سبیل اللہ کو ”جہاد بالسیف“ بھی کہا جاتا ہے۔ زبان سے جہاد یہ ہے کہ مذکورہ مقاصد کے حصول کی خاطر اپنی زبان سے مسلمانوں کے جذبات ابھارے جائیں اور دشمنان اسلام کے حوصلے پست کئے جائیں۔

- ⑦ مجاہد اور شہید، فرشتوں سے افضل ہیں اور قیامت کے روز بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ (حاکم)
- ⑧ قیامت کے روز شہید تازہ خون کے ساتھ اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا، جس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔ (بخاری)

⑨ شہداء کی روحیں دوبارہ دنیا میں آ کر شہید ہونے کی تمنا کرتی ہیں۔ (مسلم)

⑩ جنت میں سب سے خوبصورت گھر شہداء کے ہوں گے۔ (بخاری)

⑪ شہید قیامت کے روز اپنے اعزہ و اقارب میں سے ستر (70) افراد کی سفارش کر سکے گا۔ (ابن ماجہ)

قرآن و حدیث میں جہاد کی تعلیم و ترغیب کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ بات سو فیصد درست نظر آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے یہ الفاظ مبارک:

﴿لَوْ دِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلَ﴾

”یعنی میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔“ (بخاری و مسلم وغیرہ) محض امت کو جہاد کی ترغیب دلانے یا جہاد کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے نہ تھے بلکہ صادق المصدق ﷺ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر آپ ﷺ کی یہ خواہش پوری نہیں فرمائی۔

جہاد کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم اور سنت مطہرہ کی ترغیب کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندگی سے کہیں زیادہ موت سے محبت کرتے تھے۔ جہاد پر نکلنے کے بعد اپنے بال بچوں میں واپس آنے کی بجائے اپنے اللہ کے پاس پہنچنا زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

جنگ بدر میں ایک صحابی حضرت عوف بن حارث رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ بندے کی کس بات سے (خوش ہو کر) مسکراتا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس بات سے کہ بندہ خالی جسم (یعنی حفاظتی ہتھیاروں کے بغیر) اپنا ہاتھ دشمن کے اندر ڈبو دے۔“ یہ سن کر حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے بدن سے زرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے درج ذیل دعا مانگی ”الہی! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ بڑا بہادر اور جنگجو ہو، الہی! تو مجھے اتنی ہمت اور طاقت عطا فرما کہ میں تیری راہ میں اس کو قتل کر سکوں۔“ اس دعا پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ پھر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی ”الہی! کل میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت طاقتور اور جنگجو ہو، مجھے اس کے ہاتھ سے شہادت نصیب ہو، وہ میرے کان، ناک کاٹ ڈالے۔ میں جب تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ (رضی اللہ عنہ)! یہ تیرے ناک، کان کیوں کاٹے گئے تو میں کہوں کہ اے اللہ! تیرے لئے اور تیرے رسول ﷺ کے لئے۔“ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوران جنگ ایک نامی گرامی مشرک کو قتل کیا جبکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ابن احنس ثقفی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا، ان کے کان، ناک اور ہونٹ کاٹ کر ہار بنایا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لاش دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے ”واللہ! عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔“

جذبہ جہاد اور شوق شہادت کی تڑپ میں صحابیات رضی اللہ عنہن بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی طرح پیچھے نہ تھیں۔ حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا پیرانہ سالی کے باوجود جنگ قادسیہ میں اپنے بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں۔ جنگ سے پہلے اپنے بیٹوں کے سامنے یہ ولولہ انگیز تقریر کی ”میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اپنی خوشی سے ہجرت کی۔ اس اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو تمہارا نسب بے عیب اور تمہارا حسب بے داغ ہے خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں، آخرت کی دائمی زندگی، دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ کل اللہ کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑنا اور جب دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہے اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں تو خاص آتش دان میں گھس جانا اور دیوانہ وار تلوار چلانا۔ ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر حملہ آور ہونا، کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر ہے کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق بنو گے۔“ اگلے روز معرکہ کارزار گرم ہوا تو ضعیف العمر خاتون نے اپنے ناتواں ہاتھ بارگاہ الہی میں اٹھا دیئے ”الہی! میری متاع عزیز یہی تھی جو میں نے تیرے سپرد کر دی ہے۔“ جنگ ختم

قرآن مجید کی تعلیمات، حیات طیبہ کی ترغیبات اور قرون اولیٰ کی پاکباز ہستیوں کے طرز عمل نے مسلمانوں کے اندر جہاد اور شہادت کا وہ جذبہ اور ولولہ پیدا کر دیا کہ ہر زمانے میں مجاہدین کے محیر العقول کارنامے کبھی دنیا کے اس خطے میں کبھی دنیا کے اس خطے میں بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں تحریک شہیدین انیسویں صدی میں جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی ولولہ انگیز اور ایمان پرور تحریک تھی جس نے قرون اولیٰ کی یادیں تازہ کر دیں۔

1612ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی تاجروں کے بھیس میں برصغیر ہند میں وارد ہوئے اور آتے ہی برصغیر پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے عیارانہ چالوں اور مکارانہ سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ 1668ء تک ہندوستان کی تینوں اہم بندرگاہوں کلکتہ، بمبئی اور مدراس پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا قبضہ جما لیا۔ ہندوستان پر انگریزوں کے پھیلتے ہوئے منحوس سایوں کو ہندوستان کی دو عبقری شخصیتوں نے بھانپ لیا۔ اور بنگال کے حکمران سراج الدولہ نے ثانیہ میسور کے حاکم حیدر علی نے، سراج الدولہ کو 1707ء میں جنگ پلاسی میں شکست دے کر انگریزوں نے سارے ہندوستان پر اپنے تسلط کا راستہ ہموار کر لیا۔ 1799ء میں سرنگاپٹم کے مقام پر حیدر علی کے بیٹے شجاعت اور بسالت کے پیکر سلطان ٹیپو کو شہید کیا گیا تو انگریز جنرل نے سلطان کی نعش پر کھڑے ہو کر بڑی مسرت سے یہ الفاظ کہے ”آج کے بعد ہندوستان ہمارا ہے۔“^① چنانچہ 1803ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ نے بادشاہ سے ملکی انتظام کا پروانہ بزور لکھوا کر اعلان کر دیا ”خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا، حکم کمپنی بہادر کا“ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا جس کے نتیجے میں 1826ء میں تحریک شہیدین کا آغاز ہوا جس کا انجام 6 مئی 1831ء کو بالاکوٹ میں بڑے بڑے علماء، فضلاء اور مشائخ کی شہادت کی صورت میں نکلا۔ بظاہر ناکامی کے باوجود سید احمد شہید رحمہ اللہ کی لگائی ہوئی آگ پورے برصغیر میں سلگ رہی تھی۔ چنانچہ 1857ء کی ایک صبح جب انگریزوں نے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل کر کے بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کر دیا۔ علماء، فضلاء اور مشائخ انگریزوں کی بربریت کا نشانہ بنے، جا بجا پھانسیاں گاڑی گئیں تو سید احمد شہید رحمہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ پورے ہندوستان میں ”تحریک آزادی“ کی شکل میں بھڑک اٹھی۔ تحریک آزادی کا سفر شروع ہوا تو اس میں ہندو بھی شریک تھے لیکن قائدانہ کردار مسلمانوں کا ہی تھا جو اس

ساتھیوں سمیت گرفتار ہو کر اسی جیل میں آئے۔ تفتیش شروع ہوئی تو پولیس کیپٹن پارسن، ڈی آئی جی پولیس میجر بمفیلڈ اور ڈی سی انبالہ کپتان ٹائی نے مولوی محمد جعفر رحمۃ اللہ سے پوچھا ”سازش کی تفصیل بتاؤ۔“ مولوی صاحب کا ایک ہی جواب تھا ”مجھے علم نہیں“ اس پر کپتان پارسن آپے سے باہر ہو گیا، دیوانہ وار مولوی صاحب پر بید برسانے لگا ہر ضرب اتنی شدید تھی کہ ہاتھی پر پڑتی تو وہ بلبلا اٹھتا مگر مولوی صاحب ضرب پر ضرب سہتے رہے۔ پشت، بازوؤں اور ٹانگوں سے خون رسنے لگا لیکن ان کے منہ سے اف تک نہ نکلی۔ اس حیرت انگیز قوت برداشت سے پارسن باؤلا ہو گیا جوش جنوں میں پیٹتا اور چنگھاڑتا رہا۔ مولوی صاحب مار کھاتے کھاتے زمین پر گر پڑے، مولوی صاحب زمین پر پڑے پڑے مار کھا رہے تھے اور چپ تھے۔ کپتان مارتے مارتے تھک گیا، اس کی طاقت جواب دے گئی مگر مولوی صاحب سے ایک لفظ نہ نکلا، پارسن مایوس ہو کر باہر نکلا۔ داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا اور پولیس کپتان، ڈی آئی جی اور ڈی سی تینوں اپنی ناکامی پر تلملاتے بھناتے واپس چلے گئے۔ مولوی صاحب کو اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ اب انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، مولوی صاحب کے ذمہ رمضان کے کچھ روزے باقی تھے وہ رکھنے شروع کر دیئے۔

اگلے روز پارسن پھر آدھمکا اور مشق ستم شروع کر دی، کچھ دیر کے بعد مولوی صاحب کو ڈی سی کے بنگلے میں لے گیا۔ وہاں ڈی سی کے علاوہ ڈی آئی جی بھی موجود تھا، ڈی سی کہنے لگا ”مولوی صاحب تم بڑے سمجھدار آدمی ہو، اپنے علاقے کی ممتاز شخصیت ہو، ہم تحریری وعدہ کرتے ہیں اگر جہاد میں شریک دوسرے لوگوں کے متعلق بتا دو تو ہم تمہیں وعدہ معاف بنا کر رہا کر دیں گے اور اعلیٰ منصب بھی دیں گے۔“ مولوی صاحب نے بلا تامل یہ پیشکش ٹھکرا دی اور اپنا وہی موقف دہرایا ”مجھے معلوم نہیں“ پارسن مولوی صاحب کو بنگلے کے ایک الگ کمرے میں لے گیا، جہاں پولیس کے چار پانچ نوجوان منتظر بیٹھے تھے۔ پارسن کمرے میں داخل ہوتے ہی چیخا ”اسے پکڑ لو.....“ وہ خون خوار بھیڑیوں کی طرح جھپٹے اور مولوی صاحب کو اوندھے منہ فرش پر دے ڈکا اور اس بے رحمی سے پیٹا کہ خدا کی پناہ۔ کمرے کے در و دیوار لرز اٹھے، مار مار کر تھک جاتے تو سانس لیتے، رکتے اور تازہ دم ہو کر مولوی صاحب کو لتروں، لاتوں اور بیدوں سے دھنکنے لگتے۔ سارا دن اسی وحشیانہ مار پیٹ میں گزر گیا۔ مولوی صاحب کی زبان پر مسلسل یہ دعا جاری تھی ”الہی! یہ وقت امتحان ہے مجھے اس میں ثابت قدم رکھ“ مار پیٹ نے زبان خشک کر دی، حلق میں کانٹے چبھنے لگے، کئی بار نیم غشی کی

جائیداد کی سزا دی گئی۔ پھانسی پانے والے تینوں مردان حق کے بارے میں انگریزوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ لوگ پھانسی پانے پر بہت خوش ہیں چنانچہ سیشن جج کے فیصلہ کے خلاف جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں اپیل دائر کی گئی۔ 16 دسمبر 1864ء کو ڈپٹی کمشنر انبالہ نے پھانسی گھروں میں جا کر جوڈیشل کمشنر کا حکم سنایا کہ تم لوگ پھانسی پانے کو بہت محبوب رکھتے ہو اس لئے سرکار تمہیں تمہاری دل چاہتی سزا نہیں دے گی اس نے تمہاری سزائے موت، جس دوام بہ عبور دریائے شور سے بدل دی ہے۔ جیل خانہ کے دستور کے مطابق تینوں قیدیوں کے سر اور داڑھی کے بال مونڈ دیئے گئے مولانا یحییٰ رحمہ اللہ بار بار کٹی ہوئی داڑھی کے بال اٹھا کر فرماتے ”افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کی راہ میں کاٹی گئی۔“ مولانا یحییٰ علی صادق پوری اور ان کے رفقاء کرام ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ دسمبر 1865ء میں جزائر انڈیمان (کالا پانی) پہنچا دیئے گئے۔ مولانا یحییٰ علی صادق رحمہ اللہ کالا پانی میں ہی 3 فروری 1868ء کو اپنے خالق حقیقی کے پاس جا پہنچے جبکہ مولوی محمد جعفر رحمہ اللہ 18 سال قید بامشقت کاٹنے کے بعد 18 جنوری 1883ء کو رہا ہو کر ہندوستان پہنچے اور انہیں مقدمہ کی روداد ابتلا ”توارخ عجیب“ (معروف بہ کالا پانی) کے نام سے رقم ہے۔

انگریزوں کے قائم کردہ باقی مقدمات بغاوت کی روداد اپنی اپنی جگہ ایک الگ داستان استقامت و عزیمت ہے اللہ پر توکل کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی سیرت، کردار، قربانی، ایثار، تقویٰ اور خلوص کے واقعات پڑھنے کے بعد انسان سوچنے لگتا ہے کہ یہ واقعات واقعی زندہ حقیقت ہیں یا افسانے۔ یہ لوگ ہم جیسے گوشت پوشت کے انسان تھے یا کوئی دوسری پراسرار مخلوق تھے۔ اندلس کے میدان میں طارق بن زیاد رحمہ اللہ کی دعا کو شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اشعار کی خوبصورت زبان عطا کی وہ ایسے ہی عظیم انسانوں کے لئے تھی۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
حق و باطل کی کش مکش میں حق کا یہ کردار جو کبھی سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ اور کبھی خالد بن ولید رحمہ اللہ کا
مقدر بنا، کبھی محمد بن قاسم رحمہ اللہ اور کبھی طارق بن زیاد رحمہ اللہ نے ادا کیا کبھی سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ اور کبھی